بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت نبوی اور ہندیات

(مولانا قاضی اطہر مبارک پوری)

عہد رسالت میں عرب میں مختلف ممالک کے لوگ اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے تھے، خاص طور سے اس کے دونوں مرکزی شہروں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں یہ لوگ اپنے ملکی و قومی امتیازات اور خصوصیات کے ساتھ بود و باش رکھتے تھے، چنانچہ یہاں کے ہندی، ایرانی، رومی اور حبشی رجال کے تذکرے، سیر و مغازی اور احادیث میں موجود ہیں۔

ان میں سے کچھ لوگ عہد رسالت ہی میں اسلام لائے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ان سے اچھی طرح واقف تھے۔ اس حیثیت سے سیرت نبوی کا مطالعہ بہت کم کیا گیا ہے کہ ان بیرونی باشندوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تعلق تھا؟ آج ہم سیرت نبوی اور ہندیات کے موضوع پر مختصر طور سے کچھ باتیں پیش کرتے ہیں۔

برصغیر ہند و پاکستان اور عرب کے درمیان قدیم زمانہ سے تجارتی، معاشی اور مذہبی تعلقات پائے جاتے تھے، خاص طور سے یہاں کے ساحلی مقامات مکران اور سندھ سے سراندیپ تک کے باشندے عرب آتے جاتے تھے اور عرب کے باشندے ان مقامات میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ بلکہ ہندوستان کی کئی قومیں عرب میں مستقل طور سے اپنے ملکی و قومی نشان و امتیاز کے ساتھ آباد تھیں، چنانچہ عہد رسالت میں زط، سیابجہ، میدھ اور ہند و سندھ کے نام سے یہ لوگ پہچانے جاتے تھے، ہندوستان کی متعدد اشیاء استعمال کی جاتی تھیں، یہاں کے بعض طبقے اور افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روابط قائم کرنے کی کوشش کی، خود رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں جہاد کی پیشین گوئی فرما کر اس میں شریک ہونے والے مجاہدین کے حق میں نارجہنم سے آزادی کی خوشخبری سنائی، یہاں کی متعدد اشیاء آپ استعمال فرماتے تھے اور بعض چیزوں کے استعمال کا حکم و مشورہ دیتے تھے۔

ہندوستان کے لوگوں سے واقفیت

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہندوستان کے زُط یعنی جاٹ اور دوسری جماعتیں اچھی خاصی تعداد میں پائی جاتی تھیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اچھی طرح واقف تھے۔ صحیح بخاری میں معراج کے بیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رنگ اور جسم وجثہ میں جاٹوں سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے :۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأیت عیسیٰ و موسیٰ و ابراھیم فأما عیسیٰ فأحمر عریض الصدر و أما موسیٰ فآدم جسیم کأنہ من رجال الزط [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰؑ اور موسیٰؑ اور ابراہیمؑ کو دیکھا۔ عیسیٰؑ سرخ رنگ اور کشادہ سینہ کے تھے اور موسیٰؑ گندمی رنگ کے خوش قامت اور لمیم وجسیم تھے جیسے وہ بہادر جاٹوں میں سے تھے۔

اس روایت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰؑ کو جاٹ سے تشبیہ دی ہے، دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جنات کو جاٹوں سے تشبیہ دی ہے۔ سنن ترمذی کے ابواب الامثال میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بطحائے مکہ کی طرف لے گئے اور ایک جگہ خط کھینچ کر اس کے اندر مجھے بٹھا دیا اور فرمایا کہ تم اسی دائرے کے اندر رہنا، کچھ لوگ تمہارے قریب آئیں گے ان سے بات چیت نہ کرنا، یہ کہہ کر آپ کہیں تشریف لے گئے اور میں

[1] صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل : واذکر فی الکتاب مریم الخ

اسی دائرہ کے اندر بیٹھا رہا، اس کے بعد یہ ہوا کہ :-

إذ أتاني رجال كأنهم الزط أشعارهم وأجسامهم لا أرى عورة ولا أرى قشرًا وينتهون إلي، ولا يجاوزون الخط، ثم يصدرون إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم [1]

"کچھ لوگ میرے قریب آئے اور وہ اپنے جسم اور بال میں جاٹوں کے مشابہ تھے، میں ان کی شرمگاہ اور کھال نہ دیکھ سکا، وہ میری طرف آتے تھے مگر خط کے اندر نہیں آتے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ جاتے تھے"

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں یہ واقعہ مختصر طور سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے یوں بیان کیا ہے

أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى العشاء فاقام ببطحاء مكة فخط عليه فإذا أنا برجال كأنهم الزط [2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد بطحائے مکہ میں قیام فرمایا اور میرے ارد گرد خط کھینچا، میرے پاس کچھ ایسے آدمی آئے گویا وہ جاٹ ہیں"

امام طبری نے تفسیر میں حضرت قتادہ سے روایت کی ہے کہ عہد فاروقی میں جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ آئے اور سیاہ رنگ دراز قد و قامت جاٹوں کو دیکھا تو گھبرا کر کہا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ جاٹ ہیں، یہ سن کر ابن مسعودؓ نے کہا کہ یہ لوگ ان جنات سے کس قدر مشابہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیلۃ الجن میں آئے تھے [3]

اس سلسلہ میں تیسری روایت طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ سنہ ۱۰ھ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نجران سے بنو حارث کا ایک وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے، جس میں قیس بن حصین ذی الغصہ، یزید بن عبدالمدان، یزید بن محجل، عبداللہ بن قراد، شداد بن عبداللہ قنانی اور عمرو بن عبداللہ ضبابی شریک تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان وفد کی شکل و

---

[1] جامع ترمذی، ابواب الامثال، [2] تاریخ کبیر جلد اول قسم دوم صفحہ ۲

[3] تفسیر طبری جلد ۲۶ صفحہ ۳۲

وہیئت دیکھ کر دریافت فرمایا :-

من ھؤلاء القوم الذین کأنھم رجال الھند -

" یہ کون لوگ ہیں جو گویا ہندوستان کے آدمی ہیں ؟ "

اس کے جواب میں عرض کیا گیا :-

یا رسول اللہ ھؤلاء رجال بنی الحارث بن کعب [1]

" یارسول اللہ ! یہ لوگ بنی حارث کے افراد ہیں - "

اصابہ میں ابن الکلبی کے حوالہ سے ہے کہ جب یہ لوگ خدمت نبوی میں آئے تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا :-

من ھؤلاء کأنھم من الھند [2]

" یہ کون لوگ ہیں جیسے یہ ہندوستان کے باشندے ہیں "

ان تینوں روایات میں اہل ہند، خاص طور سے جاٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے کیوں کہ یہاں کے باشندے عرب میں عام طور سے مشہور تھے اور اپنی وضع قطع، شکل وصورت، جسم ولباس اور خاص انداز وہیئت کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے تھے، تشبیہ میں مُشَبَّہ سے زیادہ مُشَبَّہ بہ معروف ومتعارف ہوتا ہے -

ہندی اشیاء کا استعمال

ہندوستان کی چیزوں میں مشک، کافور، زنجبیل، قرنفل، فلفل، عود ہندی، قسط ہندی، ساج، ہندی تلوار اور یہاں کے کپڑے عہد رسالت میں عام طور سے استعمال کئے جاتے تھے - خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بھی ان کو استعمال کرتے تھے قرآن کریم میں مشک، کافور اور زنجبیل کا ذکر لغوی توارد کے طور پر آیا ہے، مُشک، کافور اور قسط ہندی کے استعمال کی صراحت صحاح ستہ کی متعدد احادیث میں آئی ہے -

قسط ہندی ہندوستان کی مشہور دوا، لکڑی کی قسم سے ہے اور یہاں "کُٹھ"

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۳۳۹، سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۵۹۳، ص ۵۹۴، تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۶۷
[2] الاصابہ ج ۷، ص ۲۶۴

کہلاتی ہے، عرب میں اس کو قُط ۔ قُسط ، کست اور کُشت کہتے ہیں۔ بعض احادیث میں اُسے عود ہندی کا سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، عہد رسالت میں اس دوا کا استعمال عام تھا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بطور دوا استعمال کرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے، اور اس میں سات بیماریوں سے شفا کی بشارت دی ہے۔ صحیح بخاری میں اس کو عنوان بنا کر ایک مستقل باب قائم کیا گیا ہے:- " باب السعوط بالقُسط الهندي البحري و هو الكُسْت " اسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ قیس بنت محصن کے بچوں کے جَم اور گلے کی بیماری میں قُسط ہندی کے استعمال کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

علیکم بهذا العود الهندی ، فان فیه سبعة اشفیة یُسعط به من العذرة و یُلَدُّ به من ذات الجنب ۔[1]

"تم اس ہندی لکڑی کو استعمال کرو، کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفا ہے گلے کی بیماری میں اس کی ناس دی جاتی ہے اور جم میں پلائی جاتی ہے۔"

یہی روایت صحیح مسلم میں حضرت ام قیسؓ سے تفصیل کے ساتھ مروی ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا ہے۔

علامَ تزعرنَ اولادکنَ بهذا الاعلاق ، علیکنَّ بهذا العود الهندی ، فان فیه سبْعة اشفیَة ، منها ذات الجنب یُسعط من العُذرة و یُلَدُّ ذات الجنب[2]

"تم اپنی اولاد کو جونک لگا کر کیوں ڈراتی ہو، اس ہندی لکڑی (قُسط) کو استعمال کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفا ہے، جن میں جَم بھی ہے گلے کی بیماری میں اس کی ناس دی جاتی ہے اور جم میں پلائی جاتی ہے۔"

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ سے فرمایا کہ تم جو دوا علاج کرتے ہو اس میں سب سے بہتر حجامت یعنی پچھنی اور قُسط بحری ہے تم اپنے بچوں کا گلا (گھانٹی) دبا کر ان کو تکلیف نہ دو، شارحین نے لکھا ہے کہ یہاں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، باب السعوط الخ [2] صحیح مسلم

قسط بحری سے مراد قسط ہندی ہے۔

حیض بند ہو جانے کے بعد غسل کے موقع پر قسط ہندی کا استعمال طبی حیثیت سے مفید ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ہمیں اجازت دی ہے کہ جب کوئی عورت حیض سے پاکی کا غسل کرے تو تھوڑی سی کست اظفاری استعمال کرلے۔ [1]

اظفار یا ظفار یمن کا تجارتی شہر ہے اور کست ہندی اس کی طرف منسوب ہوتی ہے لسان العرب میں ہے۔

وفی حدیث الحیض نبذة من کست اظفار وھو القسط الھندی [2]

حدیث میں غسل حیض کے موقع پر تھوڑی سی جس کست اظفار کا ذکر ہے وہ قسط ہندی ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آئے، دیکھا کہ ایک بچہ کی ناک کے دونوں سوراخ سے خون جاری ہے، معلوم ہوا کہ یہ حالت عذرہ (گھانٹی بڑھ جانے) یا دردِ سر کی وجہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم عورتوں پر افسوس ہے تم اپنی اولاد کی جان مت لو۔ جس عورت کے بچہ کو عذرہ یا درد سر کی شکایت ہو وہ قسط ہندی لے کر گھسے اور اسی کی ناس دے، آپؐ کے فرمانے کے مطابق جب قسط ہندی استعمال کی گئی تو بچہ فوراً شفایاب ہو گیا [3]

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بعض محدثین کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کست ہندی یا قسط ہندی کے بارے میں جو یہ فرمایا ہے کہ اس میں سات امراض کی شفا ہے تو بعض بیماریوں کی شفا آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم تھی اور بعض کا علم تجربہ سے تھا۔ [4]

علماء نے لکھا ہے کہ احادیث میں طب اور دوا علاج سے متعلق جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ شرعی نہیں بلکہ تجرباتی ہیں اور ان کا استعمال مزاج اور آب و ہوا دیکھ کر ہونا چاہیے۔

ساج یعنی ساگوان ہندوستان کی خاص عمارتی لکڑی ہے جو قدیم زمانہ سے عرب میں استعمال ہوتی تھی، امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حجرے کا دروازہ

---

[1] صحیح بخاری باب الطیب للمرأة عند غسلها من الحیض [2] لسان العرب ج ۲ ص ۸۶ [3] زاد المعاد ج ۲ ص ۸۲
[4] فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۲۱

شمالی رخ پر تھا جس میں ساگوان کا صرف ایک کواڑ تھا ۔ [1]

بلاذری کی انساب الاشراف میں ہے کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے یہاں جس چارپائی پر آرام فرماتے تھے اس کو اسعد بن زرارہؓ نے خدمت نبوی میں پیش کیا تھا ، اس کے پائے ساگوان کے تھے ، بعد میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر آرام فرماتے تے ، حتی کہ اسی پر آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی ۔ [2]

ابن قتیبہؒ کا بیان ہے کہ یہ چارپائی ساگوان کی لکڑی سے بنی اور کھجور کی چھال سے بُنی ہوئی تھی ، بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی میراث میں فروخت کی گئی جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک آدمی نے چار ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا اور اسی پر مردے اٹھائے جاتے تھے ۔ [3]

عرب میں ہندی تلوار اپنی مختلف اقسام کے ساتھ قدیم زمانہ سے استعمال کی جاتی تھی اور اس کو مہنّد ، ہندی ، ہندوانی ، سیف ہندی اور سیف قلعی کے ناموں سے یاد کرتے تھے ۔ اس کی برش ، آب وتاب ، جوہریت کا شہرہ مسلمہ حقیقت کی حد تک عام تھا ، اور اس سے تشبیہ اور تمثیل بیان کی جاتی تھی ، چنانچہ حضرت کعب بن زہیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو اپنا شہرۂ آفاق قصیدہ بانت سعاد پیش کیا تھا اس کے ایک شعر میں آپ کو نور کے ساتھ مہنّد سے تشبیہ دے کر ہندی تلوار کا مرتبہ کہیں سے کہیں پہونچا دیا ہے ۔

ان الرسول لنور یُستضاء بہ
مھنّدٌ من سیوف اللہ مسلولٗ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ کی تلواروں میں کھینچی ہوئی ہندی تلوار ہیں ۔

ابن سعد نے طبقات میں اور بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو قینقاع کے اسلحہ سے تین تلواریں ملی تھیں جن میں ایک

---

[1] الادب المفرد ، [2] انساب الاشراف ص ۵۲۵ ج ۱ ، [3] المعارف ص ۴۲

سیف قلعی، دوسری بتار اور تیسری حتف نامی تھی۔[1]

ابو دلف مسعر بن مہلہل نے جنوبی ہند کے شہر کلہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اس میں رصاص قلعی کی کان ہے، یہیں سیوف قلعیہ بنائی جاتی ہیں، جو بہترین ہندی تلوار ہوتی ہیں[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ایسے کپڑے بھی استعمال کرتے تھے جو ہندستان اور دوسرے مقامات سے عرب جاتے تھے۔ یمن، صحار اور نجران وغیرہ میں بھی کپڑے تیار ہوتے تھے۔ جن کو [illegible] چادریں) حلہ سحولیہ (سحولی جوڑے) اور اثواب نجرانیہ (نجرانی کپڑے) کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا، ان مقامات میں ہندی کپڑے بھی فروخت ہوتے تھے۔ اور بسا اوقات ان ہی مقامات کی نسبت سے مشہور ہوتے تھے اس لئے احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے سلسلہ میں جو یمنی، سحولی، نجرانی اور صحاری چادروں اور کپڑوں کا تذکرہ ملتا ہے، ان کے ثیاب ھندیہ ہونے کا قوی امکان ہے۔

سندھ کے بنے ہوئے کپڑوں اور چادروں کو مسنّدہ اور مسندیہ کہتے تھے سندھ کی قدیم و مشہور چادر اجرک کے بارے میں ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ عربی کے لفظ "اَزْرَق" کا بگڑا ہوا تلفظ ہے جو قدیم زمانہ میں عرب میں استعمال کی جاتی تھی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سندھی کپڑے استعمال کئے ہیں، لسان العرب میں ہے

و فی حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا انہ رأی علیہا
اربعۃ اثواب سند، قیل ھو نوع من البرود الیمانیۃ[3]

حضرت عائشہؓ کے جسم پر انہوں نے (غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) سندھ کے چار کپڑے دیکھے، بیان کیا گیا ہے کہ یہ یمنی چادریں تھیں،

طبقات ابن سعد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھی ہاتھی دانت کی تھی۔[4]

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۴۸۶ ج ۱، ص ۲۹ ج ۲، انساب الاشراف ص ۵۲۲ ج ۱ [2] معجم البلدان ص ۲۱۵ ج ۵ [3] لسان العرب ج ۲ ص ۲۲۳
[4] طبقات ابن سعد ص ۴۸۴ ج ۱۔

نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کنگھی عاج ہندی یا عاج زنجی کی تھی، کیونکہ ہندوستان اور زنج (افریقہ) دونوں ملک سے ہاتھی دانت عرب میں جاتے تھے۔

غزوۂ ہند کی پیشین گوئی اور بشارت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ پیشین گوئیوں کے سلسلہ میں دو ملک خاص طور سے بڑی خوش بختی اور سعادتمندی رکھتے ہیں جن کے بارے میں آپؐ نے جہاد کی خبر دیتے ہوئے اس کے شرکاء و مجاہدین کی مغفرت اور جہنم سے نجات کی خوشخبری دی ہے۔ ایک غزوۂ قسطنطنیہ جس کے شرکاء مغفور لہم ہیں، دوسرے غزوۂ ہند جس کے مجاہدین نار جہنم سے محفوظ ہیں۔

امام نسائی نے سنن میں "باب غزوۃ الہند" کے مستقل عنوان کے تحت اور امام طبرانی نے معجم میں سند جید کے ساتھ حضرت ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے:-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عصابتان من امتى احرزهما الله من النار، عصابة تغزوا الهند، وعصابة تكون مع عيسى بن مريم عليهما السلام [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے نار جہنم سے محفوظ رکھا ہے۔ ایک گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا گروہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

ابن عساکرؒ اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے بھی غزوۂ ہند کی حدیث کی روایت کی ہے۔ البدایہ والنہایہ میں ہے: قد ورد فی غزوة الهند حديث رواه ابن عساكر وغيره [2]

غزوۂ ہند کی حدیث ابن عساکر وغیرہ نے روایت کی ہے۔

حضرات صحابہؓ اس بشارت نبوی کی وجہ سے ہندوستان میں جہاد کی تمنا کرتے تھے،

---

[1] سنن نسائی باب غزوۃ الہند، [2] البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۹۵۔

اور اس میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہا کرتے تھے، ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نمایاں ہیں، سنن نسائی اور مسند احمد میں ہے

عن أبي هريرة رضي الله عنه انه قال، وعدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم غزوة الهند فان ادركتها انفق فيها نفسي، ومالي فان اقتل كنت افضل الشهداء وان أرجع فانا ابوهريرة المحرر۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا ہے، اگر میں اس میں شریک ہوا تو جان و مال خرچ کروں گا، اگر اس میں کام آیا تو افضل الشہداء ہوں گا اور اگر واپس ہوا تو نار جہنم سے آزاد ابوہریرہ ہوں گا۔

امام بخاریؒ نے جبر بن عبیدہ کی روایت سے مختصر طور سے یہ نقل کیا ہے۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال وعدنا النبي صلى الله عليه وسلم غزوة الهند[2]

"حضرت ابوہریرہؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا ہے۔"

یہ پیشین گوئی اور بشارت پہلی بار عہد فاروقی میں عثمان، حکم اور مغیرہ بنو ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہم کی زیر قیادت یوں ظاہر ہوئی کہ ۱۵ھ اور ۲۱ھ کے درمیان یہاں کے تین ساحلی مقامات، دیبل (سندھ)، بھڑوچ (گجرات) اور تھانہ (مہاراشٹر) میں رضاکارانہ طور پر فوج کشی ہوئی اور ۲۳ھ میں مکران میں دو غزوات و فتوحات ہوئیں۔ پہلی مہم کے امیر حضرت حکم بن العاص ثقفی رضی اللہ عنہ اور دوسری کے قائد حضرت حکم بن عمرو ثعلبی رضی اللہ عنہ تھے۔

سراندیپ کا مذہبی وفد مدینہ کیطرف

ہندوستان کے مغربی و جنوبی ساحلی مقامات اور جزائر قدیم زمانہ سے عربی اور ہندی تاجروں کا مرکز اتصال تھے، اور دونوں ملکوں کے باشندے ایک دوسرے میں

[1] سنن نسائی باب غزوۃ الہند، [2] تاریخ کبیر ج ۱ قسم ۲ ص ۲۴۲

آمد و رفت رکھتے تھے۔
ان ہی آنے جانے والوں کے ذریعہ دوسرے ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی بعثت نبوی کی خبر شدہ شدہ پہنچی، اور ہجرت کے بعد یقینی طور سے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خبریں پہنچیں، جس کے نتیجہ میں یہاں کے بعض مذہبی حلقوں اور حکمرانوں کو صحیح معلومات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تعلق کا داعیہ پیدا ہوا، مگر اسلامی تاریخ میں اس سلسلہ میں کوئی مستند روایت نہیں مل رہی ہے۔

ہندوستان اس لئے معذور قرار دیا جا سکتا ہے کہ اساطیر و قصص اور تاریخ نگاری کا اس سر زمین میں رواج نہیں تھا، بعد میں مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی اور جو روایات مل سکیں ان کو اپنی کتابوں میں بلا نقد و نظر کے درج کر لیا، صحت و سقم کا فیصلہ اہل نظر پر چھوڑ دیا۔ ہم یہاں ان میں سے دو روایات جو قریب الصحت ہیں پیش کرتے ہیں۔

سرندیپ قدیم زمانہ سے عربوں میں جزیرۃ الیاقوت کے نام سے متعارف تھا اور یہاں ان کی اچھی خاصی آبادی تھی۔ یہاں سادھوؤں، سنتوں اور تارک الدنیا مذہبی لوگوں کی بستی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و دعوت کی خبر ملی تو انہوں نے براہ راست تحقیق حال کے لئے اپنا وفد مدینہ منورہ بھیجا، جو عہد فاروقی میں وہاں پہنچ سکا، غالباً ہجرت کے بعد یہ وفد روانہ ہوا تھا۔ اس کا تذکرہ مشہور سیاح و جہاز ران بزرگ بن شہریار ناخدا رامہرمزیؒ نے اپنی کتاب عجائب الہند میں یوں کیا ہے۔
کہ جب سرندیپ اور اس کے اطراف والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج (نبوت یا ہجرت) کی خبر ملی تو انہوں نے اپنی جماعت کے ایک سمجھ دار آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا، اور اس کو حکم دیا کہ آپؐ اور آپؐ کی دعوت کے بارے میں معلومات حاصل کرے، مگر چند رکاوٹوں کی وجہ سے وہ آدمی اتنی دیر میں مدینہ منورہ پہنچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی

خلافت قائم تھی۔

اس شخص کے ہمراہ ایک ہندوستانی ملازم بھی تھا، واپسی پر یہ شخص مکران کے قریب انتقال کرگیا، اور اس کا غلام و ملازم سرندیپ پہنچا۔ اس نے یہاں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے بارے میں جو کچھ سنا تھا، تفصیل سے بیان کیا اور حضرت عمرؓ کے چشم دید حالات ان کے سامنے رکھے، اس نے حضرت عمرؓ کی انکساری و تواضع بتائی کہ وہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں، رات کو مسجد کے فرش پر سوتے ہیں، اسی وجہ سے آج بھی (چوتھی صدی کے وسط میں) سرندیپ کے باشندے مسلمانوں سے محبت کرتے ہیں اور ان سے بڑی عقیدت و محبت سے ملتے ہیں۔ [1]

ایک راجہ کا ھدیہ خدمت نبوی میں

سرندیپ کے سادھوؤں ہستیوں نے اپنا نمائندہ خدمتِ نبوی میں روانہ کیا جو پورے طور سے کامیاب نہیں ہو سکا، ورنہ آج سرندیپ اور جنوبی ہند کے مذہبی حالات میں بڑی تبدیلی ہوتی۔ اسی دور میں ہندوستان کے ایک راجہ نے خدمتِ نبوی میں از راہِ عقیدت زنجبیل (تازہ ادرک، خشک سونٹھ) کا ہدیہ روانہ کیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف قبولیت بخشا اور نہ صرف آپؐ نے اس کو تناول فرمایا بلکہ صحابہ کرام کو بھی کھلایا۔

امام ابو عبداللہ حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی۔

اهدى ملك الهند إلى النبي صلى الله عليه وسلم جرّة فيها
زنجبيلٌ فاطعم اصحابه قطعةً قطعةً وأطعمني
منها قطعة۔ [2]

"ہندوستان کے ایک راجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گھڑا ہدیہ بھیجا جس میں زنجبیل تھی۔ آپ نے ٹکڑے ٹکڑے کرکے صحابہ کو کھلایا اور ایک ٹکڑا مجھے بھی دیا۔"

[1] کتاب عجائب الہند ص۱۵۷ طبع لاڈن، [2] المستدرک ج۴ ص۳۵

اس روایت کے بعد ابو عبداللہ حاکمؒ کہتے ہیں کہ اسی حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زنجبیل تناول فرمانے کا ثبوت ملتا ہے۔ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں یہ حدیث ابو نعیم کی کتاب الطب النبوی سے نقل کی ہے۔ مگر اس میں ملک الہند کے بجائے ملک الروم ہے[1] زنجبیل ہندوستان کی پیداوار ہے اور قدیم زمانہ میں یہاں سے عرب جاتی تھی۔ بنگال کے راجگان رُہمی اطراف و جوانب کے بادشاہوں کو جو بیش بہا ہدایا و تحائف بھیجا کرتے تھے ان میں زنجبیل خاص طور سے ہوا کرتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اسی رُہمی خاندان کے کسی راجہ نے بارگاہ رسالت میں ہدیہ پیش کیا ہو۔ اس روایت میں ملک الھند ہونے کا قرینہ قوی ہے۔

رفاعہ جنیّہ کا واقعہ

عہد رسالت میں ہندوستان سے تعلق کے سلسلہ میں رفاعہ جنیہ کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ ابو القاسم حمزہ سہمیؒ نے تاریخ جرجان میں ابو عمرو عبد المؤمن بن احمد العطار جرجانیؒ کے تذکرہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رفاعہ بن العبد الصالح ایک جنیہ قوم جنات کی عورتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتی تھی ایک مرتبہ بہت تاخیر کر کے حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت فرمائی تو اس نے عرض کیا:۔

مات لنا میتٌ فی ارض الھند فذھبت فی تعزیتھم ،[2]

ہمارا ایک آدمی ہندوستان میں فوت ہو گیا تھا [illegible] کی تعزیت کیلئے گئی تھی

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں رفاعہ جنیہ کا تذکرہ کر کے امام سہمیؒ کی پوری عبارت معمولی تغیر کے ساتھ نقل کر دی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ اس کی سند کے بعض راوی غیر معروف ہیں اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے[3]

---

[1] زاد المعاد ج ۳ صـ ۲۲۵ ، [2] تاریخ جرجان صـ ۲۰۳ ، صـ ۲۰۴

[3] اصابہ ۔ ج ۱ صـ ۱۵۶ ، صـ ۱۵۷

جمہور محدثین اور علماء کے نزدیک اگر جنات نے بحالت اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت و صحبت پائی ہے تو وہ بھی صحابہ میں شمار ہوں گے۔

عہد رسالت کے ہندی مسلمان

یہاں کے باشندوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا مظاہرہ کیا، اسلام فہمی کے لئے آپ کے پاس آدمی بھیجے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نہ پہنچ سکے، بعض حکمرانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ و تحفہ بھیجا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا، مگر کتابوں میں واضح طور سے صحیح روایت کی رو سے کسی ہندی باشندے کا عہد رسالت میں مسلمان ہونا ثابت نہیں ہے، البتہ ہندی افراد کے بارے میں ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام قبول کیا تھا۔

اس سلسلے میں بیرزطن ہندی یمنیؒ کا نام سرفہرست ہے، ان کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں طبقۂ مدرکین میں کیا ہے، یعنی وہ حضرات جو عہد رسالت میں مسلمان ہوئے، مگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رویت و روایت کا شرف حاصل نہ ہو سکا ملاحظہ ہو۔

بیر زطن الھندی کان فی زمن اکاسرۃ، لہ خبر مشہور فی حشیشۃ القنب وانہ اول من اظہرھا بتلک البلاد واشتہر امرھا عنہ فی الیمن، ثم ادرک الاسلام فاسلم[1]

بیرزطن ہندیؒ شاہان ایران کے زمانہ میں یمن میں ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ بھنگ کے ذریعہ علاج میں ان کی شہرت تھی، انہوں نے سب سے پہلے یہ علاج ان علاقوں میں عام کیا اور اس کی اہمیت و افادیت یمن میں مشہور ہوئی۔ بعد میں انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام قبول کیا۔

---

[1] الاصابہ۔ ج ۱، ص ۱۸۹

بعثت نبوی کے وقت یمن ایران کی کسرائی حکومت تھی جس کی طرف سے باذان وہاں کے حاکم تھے، جنہوں نے خدمت نبوی میں آکر اپنی جماعت کے ساتھ اسلام قبول کیا، اس دور میں ایرانی اور ہندی باشندے یمن میں بڑی تعداد میں آباد ہوگئے تھے، جن میں حضرت بیرزطن ہندی بھی تھے۔

امام ذہبیؒ نے تجرید اسماء الصحابہ میں حضرت باذان کو باذان الفارسی اور باذان ملک الیمن کے ساتھ باذان ملک الہند بھی لکھا ہے۔ ممکن ہے باذان ایرانی اساورہ (جمع اسوار) سے رہے ہوں، جن میں ایرانی اور ہندی شاہسوار تھے۔ مکران، سندھ بلوچستان، کشمیر سے لے کر سراندیپ تک کے راجے مہاراجے کسرائی بادشاہت کے لقب یافتہ باج گذار تھے اور شاہان ایران بوقت ضرورت ان سے فوجی امداد طلب کیا کرتے تھے۔

عہد رسالت سے قریب تر زمانہ میں ہندوستانی جاٹوں کی بڑی بڑی جماعتیں عرب کے مختلف علاقوں میں نمایاں حیثیت رکھتی تھیں۔ مدینہ منورہ میں ایک طبیب جاٹ (طبیب زطی) تھے جنہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علاج کیا تھا۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ گئے اور وہاں جاٹوں کو دیکھا، جو بڑی تعداد میں وہاں آباد تھے تو ان کو دیکھ کر مکہ کی لیلۃ الجن یاد آگئی جس میں ان کو جنات جاٹوں کی ہیئت میں نظر آئے تھے، اور کہا کہ کوفہ کے یہ جاٹ ان جنات سے بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں جو اس وقت خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تھے۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ کے بیت المال (سرکاری خزانہ) پر ہندوستان کے سیابجہ اور جاٹ تعینات تھے، جنکی تعداد چالیس یا چار سو تھی اس محافظ جماعت کے افسر اعلیٰ ابوسالمہ زطی نہایت نیک آدمی تھے۔[3]

جنگ جمل کے بعد ستر جاٹوں کے ایک وفد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ہندی زبان میں ان کے ساتھ اپنی وفاداری ظاہر کی۔[4] یہ سب مسلمان تھے اور ان

---

[1] الادب المفرد بخاری ص۲۰، [2] تفسیر طبری ج۲۹ ص۳۳، [3] فتوح البلدان ص۳۷۳،
[4] مجمع البحرین مادہ زط

میں سے بیشتر طبقۂ مدرکین سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا شمار تابعین میں ہوتا تھا۔

صحابیت کے غلط دعوے

عہد رسالت میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں کسی شخص کے ہندوستان سے عرب یا عرب سے ہندوستان آنے جانے کی صحیح و مستند روایت نہیں ملتی ہے اور جو روایات یا واقعات بیان کئے جاتے ہیں، روایت اور درایت کے اصول سے ساقط الاعتبار ہیں، چنانچہ جوامع الجوامع کے حوالہ سے بعض کتابوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ صحابہ کے ہاتھوں اہل سندھ کے پاس اپنا نامۂ مبارک بھیجا اور ان حضرات کے بٹرون کوٹ (حیدرآباد، سندھ) آنے کے بعد کچھ لوگ مسلمان ہوئے، پھر اہل سندھ نے عام طور سے اسلام قبول کیا، ان میں سے دو صحابہ واپس چلے گئے اور تین حضرات نے یہاں رہ کر تبلیغ اسلام کی خدمت انجام دی اور یہیں انتقال کیا۔
کسی اور ذریعہ سے اس روایت کی تائید و تصدیق نہیں ہوتی ہے اس لئے بے اصل معلوم ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ علمی اور تاریخی اعتبار سے اس کے بے اصل ہونے کے باوجود نفس الامر میں اس کے وقوع کا احتمال ہے۔ اس طرح حضرت تمیم داری کے بارے میں چلتی ہوئی روایت ہے کہ وہ جنوبی ہند کے علاقہ مدراس میں آئے اور وہیں ان کی قبر ہے، حالانکہ حضرت تمیم داری کے شام میں منتقل ہونے کے بعد کسی بیرونی ملک میں جانے کی روایت نہیں ہے، البتہ انہوں نے ایک بحری سفر کیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے

نیز جنوبی ہند کے علاقہ ملبار (کیرالا) کے راجہ سامری کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ معجزہ شق القمر دیکھ کر مسلمان ہوئے اور خدمت نبوی میں پہنچے، راجہ سامری کا واقعہ زین الدین مَعْبَرِی مالاباری نے تحفۃ المجاھدین میں ۹۹۳ھ میں بیان ہے اور آخر میں تصریح کی ہے کہ راجہ سامری کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک محقق نہیں ہے، غالب گمان ہے کہ وہ دوسری صدی کے بعد تھے اور مالابار کے مسلمانوں

میں یہ جو مشہور ہے کہ سامری معجزہ شق القمر دیکھ کر مسلمان ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ان باتوں میں کوئی صحیح نہیں ہے [1] ۔

چوتھی صدی کی ابتدائی دہائیوں میں قنوج کے راجہ سرباتک نے صحابیت کا غلط دعویٰ کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس حذیفہؓ، اسامہؓ اور صہیبؓ کو دعوتِ اسلام دے کر بھیجا، میں نے اس دعوت پر لبیک کہا اور نامہ مبارک کو آنکھوں سے لگایا۔ میں نے دو مرتبہ مکہ میں اور ایک مرتبہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حسین و شکیل اور خوش قامت تھے، اس روایت کو پہلے ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں بیان کیا، پھر ابن حجرؒ نے اصابہ میں اور ذہبیؒ نے تجرید اسماء الصحابہ میں اس کو نقل کیا اور سب نے اس کی تکذیب کی [2] ۔

قنوج سے مراد ہندوستان کا موجودہ شہر قنوج نہیں ہے، بلکہ یہ کَنّوجہ کا معرب ہے، جو پنجاب میں واقع تھا۔ لاہور اس زمانہ میں قنوج (کنوجہ) کی عملداری میں واقع تھا، مذکورہ بالا روایت میں راجہ سرباتک کا انتقال ۳۳۳ھ میں بتایا گیا ہے ملتان کی دولت سامیہ کے سب سے بڑے حریف مہاراجگانِ قنوج تھے، اور دونوں میں معرکہ آرائی ہوا کرتی تھی، اسی دوران ۳۰۰ھ میں سامی حکمرانوں نے قنوج کی حدود میں واقع شہر لاہور پر قبضہ کرکے اس کو اسلامی قلمرو میں شامل کرلیا، جیسا کہ مسعودی نے لکھا ہے وہ اس زمانہ میں یہیں موجود تھا [3] ۔

دولت سامیہ ملتان کے لاہور پر قابض ہو جانے کے بعد راجہ قنوج کی پرانی عداوت نئی محبت میں بدل گئی اور اس نے اسلام اور مسلمانوں سے عمیق تعلقات ثابت کرنے کے لئے سیاست وحکومت کی قبا میں مذہب کا پیوند لگایا، حکمرانی کی دنیا میں یہ کھیل بہت پرانا اور کامیاب ہے۔ راجہ سرباتک کا دعویٰ صحابیت بالکل غلط ہے، البتہ اس کے مسلمان ہو جانے کا امکان ہے۔ دنیا میں سب سے آخری صحابی حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہؓ ہیں، جنکا انتقال ۱۱۰ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔ ان کے بعد دنیا

---

[1] تحفۃ المجاہدین ص ۱۲ تا ص ۱۹ ، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۶، اصابہ ج ۲ ص ۱۲۱، تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۲۱۰
[3] مروج الذہب ج ۱ ص ۱۶۵

میں کوئی صحابی رسول نہیں رہا۔

مدعی صحابیت میں بابا رتن ہندی کی شخصیت بھی پراسرار ہے، جس نے چھ سو سال کے بعد صحابیٔ رسول ہونے کا دعوی کیا، یہ شخص پنجاب کے شہر بھٹنڈہ کا باشندہ تھا، اس نے دعوی کیا کہ میں نے ہندوستان میں معجزۂ شق القمر دیکھا اور مکہ مکرمہ جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، آپؐ نے مجھے درازیٔ عمر کی دعا دی، نیز اپنی کنگھی عطا فرمائی، وغیرہ وغیرہ۔

ابن حجرؒ نے اصابہ میں اور ذہبی نے تجرید اسماء الصحابہ میں اور میزان الاعتدال میں رتن ہندی کا تذکرہ کرکے اس کی تکذیب کی ہے، بلکہ ذہبی نے اس کو " دجال بلا ریب" بتایا ہے، علامہ رضی الدین حسن صنعانی لاہوریؒ متوفی ۶۵۰ھ رتن ہندی کے معاصر اور اور ہم وطن تھے، انہوں نے بھی اپنی کتاب موضوعات میں اس کا انکار کیا ہے، اس کے باوجود بعض لوگوں نے اس کو صحیح مانا ہے، حالانکہ ایک صدی گذرتے گذرتے دنیا حضرات صحابہ سے خالی ہوگئی اور آخری صحابی حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ۱۱۰ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔

بعض منکر و موضوع روایات

ہندوستان اور ہندوستانیوں کے متعلق یاروں نے کئی موضوع روایات مشہور کردی ہیں، جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور علماء محدثین نے ان کو بے اصل **اور غلط قرار دیا** ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کے سرندیپ یا سرزمینِ دجنا میں اترنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اقوال منسوب کئے گئے اصول حدیث کی رد سے بے اصل ہیں البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کے آثار و اقوال اس بارے میں منقول ہیں۔ یہ حدیث بھی موضوع و بے اصل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اتارے گئے اور ان کے ساتھ گھن، ہتھوڑا اور دو چمٹے بھی تھے اور حوا جدہ میں اتاری گئیں، حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ اس کے راوی ابراہیم ابن سالم

کے یہاں منکر احادیث ہیں انہی میں یہ حدیث بھی ہے ۔ [1]

انہیں منکرات میں وہ باتیں بھی ہیں جو عام طور سے مشہور ہیں یعنی یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اتارے گئے تو ان کے جسم پر جنت کے پتوں کا لباس تھا ، وہ خشک ہوکر ادھر ادھر بکھر گئے جن کی وجہ سے ہندوستان کے درخت خوشبودار ہو گئے ، اور عود ، صندل ، مشک ، عنبر ، کافور وغیرہ میں خوشبو انہی پتوں سے آتی ہے ۔ علامہ محمد طاہرؒ گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں لکھا ہے کہ اس کا راوی امام سفیان ثوریؒ کا بھانجا سیف کذاب ہے اور یہ خبر منکر ہے [2] ۔

لسان المیزان میں اُبیّ ابن عمرو بن معدیکرب کے ذکر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ہندوستان سے ایک پھل لایا جاتا ہے اس کے پانی کو تاڑی کہتے ہیں جو شخص اس کو پئے گا چالیس برس تک اس کی نماز قبول نہیں ہو گی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا ، خطیب بغدادی نے کہا کہ ابن عدی کے علاوہ اس کی سند کے تمام رجال غیر معروف ہیں ۔ [3]

علامہ محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں ایک اور موضوع حدیث کی نشان دہی کی ہے جس کو کسی کذاب و مجہول راوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے یعنی یہ کہ تم لوگ یہود اور ہنود سے ستر نسل تک بچتے رہو ، امام حسن بن محمد صغانی لاہوریؒ نے اس کو جعلی و موضوع بتایا ہے ۔ [4]

ھند اور اہل ھند کے متعلق اسی قسم کی مزید باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی گئی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے ۔

---

[1] لسان المیزان ج ۱ ص ۶۳ [2] تذکرۃ الموضوعات ص ۱۶۱، ۱۶۲ ، [3] لسان المیزان ج ۱ ص ۲۴۵
[4] تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱۳